دین کے لئے مشکلات کا پیش آنا

مولانا شمس القمر

عن انس بنْ مالك رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" ياتى على الناس زمان، الصابر فيهم علىٰ دينه كالقا بض على الجمر".(ترمذی: كتاب الفتن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ صبر واستقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنے والا بندہ اس وقت اس آدمی کی مانند ہوگا جو ہاتھ میں جلتا ہوا انگارہ تھام لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عہد ایسا آئے گا جب دین اختیار کرنے اور اس پر قائم رہنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اس کو بطور مثال یوں سمجھایا گیا کہ آگ کے انگارے ہاتھ میں لینا ایک دشوار عمل ہے اور کوئی بھی انسان انگاروں کو ہاتھ میں لیتا نہیں، اگر ہاتھ میں لے بھی لے تو جلدی سے پھینک دیتا ہے۔

دین پر قائم رہنے والے کو مختلف حالات پیش آئیں گے، کبھی جاہ وجلال کا اس کو لالچ دیا جائے گا، کبھی دولت کی حرص میں ڈالنے کی کوشش کی جائے گی، کبھی عورت کے ذریعے فتنے میں ڈالنے کی کوشش کی جائے گی، اگر وہ نہ مانے تو پھر اسی کے ذریعے اس کو ڈرایا دھمکایا جائے گا، لیکن کچھ لوگ ایسے حالات میں بھی ان فتنوں سے دور رہیں گے اور دین پر قائم رہیں گے۔

اسی کی مزید وضاحت حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی روایت کے ایک جملے سے ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''نیک بخت اور خوش نصیب ہے وہ بندہ جو فتنوں سے دور رکھا گیا اور جو بندہ فتنوں میں مبتلا کیا گیا اور وہ صابر اور ثابت قدم رہا تو (اس کا کیا کہنا) اس کو شاباش اور مبارک باد!'' (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنوں سے واسطہ ضرور پڑے گا، البتہ خوش نصیب وہی ہوگا جو فتنوں کے دور میں بھی دین پر قائم رہے گا۔

دین پر قائم رہنا ہر دور میں مشکل رہا ہے، یہ کسی ایک وقت اور زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، احادیث اور تاریخ کے ذخیرے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین پر قائم رہنا ابتدائے اسلام سے لے کر تا قیامت مشکل ہی رہے گا۔ اس کی وضاحت کے لئے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

(ا)......فضالہ بن عبیدؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھاتے تو اصحاب صفہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے نماز میں گر پڑتے تھے، یہاں تک کہ دیہات سے آنے والے ناواقف عرب خیال کرتے کہ یہ دیوانے لوگ ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ''اے اصحاب صفہ! تمہاری ان قربانیوں کا جو انعام آخرت میں ملنے والا ہے، اگر اس دنیا میں تم جان لیتے تو مزید فقر و فاقہ کی تمنا کرتے۔'' (الترغیب والترہیب، بحوالہ ترمذی)

''اصحاب صفہ'' صحابہ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے جو نبی علیہ السلام کے دور میں مختلف علاقوں سے اس لئے نکالے گئے کہ وہ نبی علیہ السلام پر ایمان لائے، اور نکالے بھی اس طرح گئے کہ کوئی مال و سرمایہ پاس نہیں، بلکہ سب کچھ چھین کر نکالے گئے، ان کے لئے دنیا کمانا کوئی مشکل نہیں تھا لیکن نبی علیہ السلام نے ان کا سارا وقت دین کے کاموں کے لئے لیا تھا، ان میں سے کچھ حضرات دعوت دین پہنچانے کے لئے تیار کئے جاتے، کچھ فوجی تربیت حاصل کرتے، کچھ دوسرے کاموں میں مصروف رہتے، ان کے پاس تجارت کے لئے کوئی وقت نہیں بچتا تھا۔ دوسرے صحابہ کرامؓ اپنی گنجائش کے مطابق ان کی کفالت کرتے تھے، لیکن غربت کی بنا پر مکمل کفالت کرنا ان کے لئے بھی مشکل تھا، اس لئے اس جماعت کے لوگ اکثر بھوک اور پیاس کی حالت میں رہتے تھے۔ اسی وجہ سے دوران نماز کمزوری کے باعث وہ گر جایا کرتے تھے اور دیہات سے آئے ہوئے لوگ ان کو مجنون اور پاگل سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نماز ایک اہم عبادت ہے اور مکمل خشوع وخضوع کی متقاضی ہے اس میں گرنا دوسرے حضرات کے لئے یقیناً باعث تعجب تھا کہ اس اہم عبادت میں گرنا اور اٹھنا تو خشوع خضوع میں کمی لاتا ہے، بظاہر ان کی رائے بھی درست تھی لیکن اصحاب صفہ مجبور تھے اور دوران نماز اپنے جسم کو تھامنا ان کے لئے کافی مشکل تھا، اس وجہ سے وہ گر جاتے تھے، چونکہ ان کی یہ حالت دین کی وجہ سے تھی اس لئے وہ معذور سمجھے جاتے تھے۔

پھر نبی علیہ السلام کا ان کی طرف متوجہ ہونا اور ان کی قربانیوں پر ان کو تسلی دینا ان کی دلجوئی کے لئے تھا کہ یہ صعوبتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی بلکہ آپ عنقریب اس سے نجات پالیں گے، دنیا میں نعمتیں مل جائیں گی اور فراخی کی زندگی نصیب ہو جائے گی، ورنہ آخرت میں جو انعامات ملنے والے ہیں اگر تمہیں دنیا میں بتا دیئے جائیں تو تم مزید فقر و فاقہ کی تمنا کرنے لگو گے، کیونکہ بڑا بدلہ ملنے کا وعدہ ہے۔

آج کے پر فتن دور میں ہر مسلمان کا یہی عمل ہونا چاہئے کہ دین پر عمل کر کے آخرت میں بڑے انعامات کا مستحق بن جائے۔ دنیوی مشکلات کو دیکھ کر ہر انسان دین پر عمل کو گراں سمجھنے لگتا ہے، لیکن یہ زندگی چند روزہ ہے اور ختم ہونے والی

ہے، جبکہ آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے، اس لئے یہاں ان تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہئے۔

(۲)......حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا ہوا تھا اور مسجد ہی میں غریب مہاجرین کی ایک جماعت بھی بیٹھی تھی کہ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اور فقراء مہاجرین کی مجلس میں جا کر بیٹھ گئے تو میں بھی وہی اٹھ کر چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو خطاب کر کے فرمایا: ''فقراء مہاجرین کو خوش ہو جانا چاہئے، ان کے چہروں کی پژمردگی مسرت سے بدل جانی چاہئے، یہ لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے''۔ عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ''ان غریب مہاجرین کے چہرے مسرت سے چمک اٹھے اور میرے دل میں یہ تمنا ابھری کہ کاش میں بھی انہیں فقراء مہاجرین میں سے ہوتا''۔ (مشکوٰۃ)

ان حضرات کے ساتھ نبی علیہ السلام کا بیٹھنا کتنی بڑی سعادت ہے اور ان کی عظمت و مرتبہ اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ جماعت بڑی خوش نصیب لوگوں کی ہیں، دنیوی زندگی اگرچہ ان کی مشقت بھری ہے، لیکن اخروی زندگی ان کی قابل رشک ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی تمنا کی وجہ بھی یہ ہی تھی کہ دنیوی زندگی تو جیسے تیسے گزر جائے گی مگر آنے والی زندگی جو بڑی طویل ہے اس میں انسان کا کامیاب ہو جانا ہی اصل خوش نصیبی ہے۔

یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے غریب مہاجرین کو بشارت دی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھے، ایسا کیوں ہوا؟ چونکہ ان حضرات کو جہنم کا ڈر تھا، جنت کی تمنا تھی اور پے در پے آزمائش اور امتحانات نے ان کی جنت کی پیاس بڑھادی تھی اور اس خوشخبری میں اسی پیاس کا علاج بتایا گیا، ظاہر ہے ان کو یہی مطلوب تھا اسی وجہ سے جھوم اٹھے۔

ایک ہم لوگ ہیں کہ صبح وشام جنت کے تذکرے سنتے ہیں، کوئی اثر نہیں ہوتا اور اگر جہنم کا تذکرہ ہو جائے تو بھی کوئی خاص اثر دیکھنے میں نہیں آتا، کیونکہ نہ جہنم کا خوف ہے نہ ڈر۔ ہر آدمی یہی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے اور اسی سے دھوکہ کھاتا ہے اور اعمال کی طرف توجہ نہیں دیتا اور نہ اس کی فکر کرتا ہے، حالانکہ دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''رزاق'' بھی ہے، چاہئے تو یہ ہے کہ ہر ایک آدمی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس کو رازق مان لے کہ وہ روزی دے گا، مجھے محنت کی ضرورت نہیں، جب کہ معاملہ برعکس ہے، رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے لیکن اس پر کوئی اعتماد کے لئے تیار نہیں، اور جہاں عمل کا مطالبہ کیا ہے، اس کے لئے کوئی کوشش ہی نہیں کر رہا۔

(۳)......محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے صاحب نے بیان کیا جس نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے خود یہ واقعہ سنا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیرؓ اس حالت میں سامنے آگئے کہ ان کے جسم پر بس ایک (پھٹی پرانی) چادر تھی، جس میں کھال کے ٹکڑوں کے پیوند لگے ہوئے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی فقر و فاقہ کی

موجودہ حالت دیکھ کر اور ان کا وہ وقت یاد کر کے رونا آگیا جب وہ (اسلام لانے سے پہلے مکہ میں) عیش و آرام کی زندگی گزارتے تھے۔ (جامع ترمذی)

اس حدیث کی تشریح میں مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مصعب بن عمیرؓ کی صحابہ کرامؓ میں ایک خاص شان اور تاریخ تھی، وہ بڑے ناز پروردہ، ایک رئیس زادے تھے۔ ان کا گھرانہ مکہ کا بڑا دولت مند گھرانہ تھا اور یہ اپنے گھر کے بڑے لاڈلے چہیتے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کی زندگی امیرانہ اور عیش و آرام کی زندگی تھی، پھر اسلام لانے کے بعد زندگی کا رخ بالکل بدل گیا اور وہ حال ہوگیا جو اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پھٹی پرانی چادر ہی جسم پر تھی، جس میں جابجا چمڑے کے ٹکڑوں کے پیوند تھے، ان کو اس حالت و ہیئت میں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے ان کی عیش و تنعم والی امیرانہ زندگی کا نقشہ آگیا اور آپ کو رونا آگیا"۔ (معارف الحدیث: ۸/۹۳، کتاب الفتن)

یہ الفاظ پڑھ کر عام آدمی کو رونا آجاتا ہے اور اس کی پریشانی بڑھ جاتی ہے چہ جائیکہ نبی علیہ السلام، جن کے سامنے یہ پورا نظام اور نقشہ تھا، اسلام سے پہلے والی حالت جس میں عیش و عشرت والی زندگی، دنیوی سہولیات کی فراوانی غرض ہر نعمت میسر تھی اور کہاں یہ زندگی جس میں پورا جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑے میسر نہیں ہے بلکہ ایک پرانی چادر اور اس میں کئی جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔

ظاہر ہے ان حضرات کی یہ تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنا صرف اسلام کی خاطر تھا اور اسلام ہی کی سربلندی و سرفرازی کے لئے انہوں نے یہ مشقت والی زندگی اختیار کی تھی، ورنہ اگر وہ دنیا کی وسعتیں اور راحتیں چاہتے تو ہر طرح کے راستے ان کے لئے موجود تھے، مختلف تدبیروں سے وہ دنیوی زندگی آسان بنا سکتے تھے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور ان ہی مشقتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے بعد ان کو دنیا کے بہترین لوگ قرار دیا، اور درحقیقت انہی کے اسوہ میں ہر انسان کی کامیابی و سرخروئی ہے۔

اسی طرح کی تکالیف سے ہر دور کے مسلمانوں نے گزرنا ہے، اگر مسلمان ان تکالیف میں ثابت قدم رہتے ہیں تو تاریخ ان کو بھی زندہ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی قابل تعریف ہیں ورنہ ان کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے۔ ہمارے لئے تاریخ میں بہت سارے نمونے اور عبرتیں موجود ہیں۔ ماضی قریب میں بھی مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں اسلام کی خاطر اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بہت سی تکلیفیں جھیلیں لیکن اسلام سے ایک قدم پیچھے ہٹنے کو تیار نہ ہوئے، یہاں تک کہ اپنی جانیں اس مالک حقیقی کے سپرد کر دیں جس کے پاس ہر ایک نے جانا ہے۔ آج بھی مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے آزمایا جا رہا ہے، کبھی قرآن کی توہین تو کبھی نبی علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی، لیکن آفرین ہے اسلام کے ان شیدائیوں پر جنہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ ہر حال میں اسی دین پر رہنا ہے اور اگر مٹنا ہے تو اسی دین پر مر مٹیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

☆......☆......☆